آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس
سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ
مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار
ہر زماں پیش نظر لا یخلف المیعاد دار

(بانگ درا ۳۰۳)

آسمان کے پاس مزدکیت و اشتراکت کا فتنہ (انقلاب) ہی نہیں تھا۔ بلکہ اس کے پاس ایک اور انقلاب بھی ہے، جو پہلے آزمایا جا چکا ہے اور جو پورے عالم انسانی پر چھا جائے گا اور وہ اسلام کا انقلاب ہے،، تم دیکھ لوگے خدا کی اٹل تقدیر کے سامنے اسلام کے کسی بڑے سے بڑے دشمن کی تدبیر بھی کام نہیں کر سکے گی اگر تم مسلمان ہو تو یقین رکھو کہ تم ہی دنیا میں غالب رہو گے۔ کیونکہ خدا کا وعدہ ہے ''انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین،، اور خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا، إن اللہ لا یخلف المیعاد۔

انسان کی ہوس نے جسے رکھا تھا چھپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار
جو حرف ''قل العفو،، میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

(ضرب کلیم ۱۳۸)

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 16:10-11 (1979)

اقبال اور محنت کش

محمد ایوب شاھد

اردو شاعری میں علامہ اقبال کو یہ امتیاز حاصل ھے کہ وہ ایک شاعر ھونے کے ساتھ ساتھ ایک پورے نظام فکر کے داعی ھیں جو حیات و کائنات کے تمام مسائل کے بارے میں متوازن نظام کی صورت میں سامنے آتا ھے۔ اور زندگی کے سارے پہلوؤں کا احاطہ کرتا ھے۔ محنت کش طبقہ جو معاشرے کی ریڑھ کی ھڈی تصور کیا جاتا ھے فکر اقبال میں خصوصی اھمیت رکھتا ھے۔ علامہ اقبال نے پہلی بار نہایت شدت سے اس طبقے کی اھمیت کو واضح کیا اور اس کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے لئے ایک ٹھوس لائحہ عمل بھی مرتب کیاجو بلا شبہ ۲۰ ویں صدی میں محنت کشوں کی فلاح و ترقی کا واحد راستہ ھے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ھم اقبال کے متعلقہ نظریات کا جائزہ لیں اس پس منظر پر ایک نظر ڈالنی ضروری ھے جس کے حوالے سے اقبال نے اس طبقے کی حمایت کی۔

بر صغیر میں انگریز منڈیوں کی تلاش میں آئے تھے تاکہ انگلستان کی صنعتی پیداوار کھپ سکے لیکن اس سے بھی بڑا مقصد خام مال کی تلاش تھی جو مشینوں کی زندگی برقرار رکھنے کا واحد ذریعہ ھے۔ اس طرح انگریز یہ تاجرانہ ذھنیت لے کر بر صغیر میں آئے لیکن بدقسمتی سے ۱۸۵۷ء میں وہ بر صغیر کے سیاسی اقتدار پر بھی قابض ھوگئے اور یوں ھندوستان کے سارے وسائل ان کے قبضے میں آگئے۔ انگریزوں نے بجا طور پر ھندوستان کے تاجروں سے ایسا سلوک روا رکھا اور یہاں کی دولت کو دونوں ھاتھوں سے لوٹا۔ پھر اس پر بس نہیں

کیا بلکہ انھوں نے مقامی دستکاریوں کو تباہ کیا، فنکاروں کے ہاتھ کٹوادئیے اور ملکی معیشت کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ دوسری طرف یہاں صنعتی ترقی پر کوئی توجہ نہ دی گئی صرف زراعت پر تھوڑی بہت توجہ دی گئی کیونکہ خام مال کی ضرورت تھی لیکن یہاں بھی مالیہ اور ٹیکسوں کی بہتات سے کسانوں کو لوٹا گیا غرض ایک وسیع منصوبہ کے تحت ہندوستان کو معاشی سطح پر بے کار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں بے روزگاری اور افلاس اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

ادھر ۱۸۰۰ء صدی میں صنعتی انقلاب کے ساتھ جاگیرداری سماج کا خاتمہ ہوا تو خیال تھا کہ نیا نظام محنت کش طبقے کے لئے بہتر ہوگا لیکن سرمایہ داروں کی ہوس زر نے منافع کو مزید پیدا وار کے لے استعمال کیا اور مزدوروں کو اس میں سے اتنا قلیل حصہ دیا گیا کہ جس سے وہ بمشکل جان و تن کا رشتہ برقرار رکھ سکیں۔ طبی سہولتیں، تعلیم اور رہائش وغیرہ کی طرف تو کسی کی توجہ ہی نہ گئی۔

کارل مارکس نے اس نئے ابھرنے والے نظام کی خرابیوں کو جلد محسوس کر لیا اور سرمایہ کی مروجہ تقسیم کو بالکل غلط قرار دیتے ہوئے کہا کہ پرولتاریہ (محنت کش طبقہ) جو پیدا وار میں اضافہ کا اصل محرک ہے منافع میں سے بہت کم حصہ پاتا ہے اور بوژوا (سرمایہ دار جاگیر دار وغیرہ) اپنی مکاری سے ساری دولت سمیٹ لیتا ہے۔ مارکس نے اپنے اس خال کو فلسفیانہ بنیادیں دیں اور جدلیاتی عمل اور تاریخ کی مادی تعبیر سے ثابت کیا کہ یہ جنگ پرولتاریہ اور بوژوا کے درمیان ازل سے شروع ہے اور اس وقت تک جاری رہے گی جب تک پرولتاریہ غالب نہ آجائیں اور ایک غیر طبقاتی ہئیت اجماعی (Classless Society) جنم نہ لے لے۔ مارکس کے اس خیال کو ۱۹۱۷ء میں لینن

نے روس میں عملی شکل دی اور مزدوروں کی آمریت قائم کی۔

یہ ساری صورت حال اقبال کے سامنے تھی وہ عالمی سطح پر اور خود برصغیر میں اس طبقے کی دگرگوں حالت سے نہایت متاثر تھے اور اس کی بہتری کے لئے سوچ رہے تھے چنانچہ جب انھوں نے اپنا فلسفۂ خودی پیش کیا تو اس میں دھقان کو ایک علامت کے طور پر استعمال کیا جس سے قیاس کیا جا سکتا ھے کہ اقبال کے ذھن پر اس طبقہ کا کتنا اثر تھا۔

آشنا اپنی حقیقت سے ہوا ھے دھقاں ! ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو

وقت کے ساتھ ساتھ اقبال کے اس رویے میں شدت نمایاں ہوتی ھے اور وہ محنت کشوں کی حالت زار کو بدلنے کے متمنی نظر آتے ھیں چنانچہ "بانگ درا" ھی کے زمانے کی ایک نظم "خضر راہ" میں خضر کی زبانی محنت کشوں کو یہ پیغام دیتے نظر آتے ھیں۔

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دار حیلہ گر
شاخ آھو پر رھی صدیوں تک تیری برأت
دست دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رھی
اھل ثروت جیسے دیتے ھیں غریبوں کو زکات

اور اسی نظم میں فرماتے ھیں

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ھی انداز ھے
مشرق و مغرب میں ترے دور کا آغاز ھے

۱۹۱۷ء کے انقلاب روس نے اقبال کو نہایت متأثر کیا اور ان کو اس ابھرتے ہوئے نظام میں محنت کشوں کی فلاح و ترقی کے پہلو نظر آئے، چنانچہ

انھوں نے انقلاب کے ھیرو کو جو بجا طور پر خدا ناشناس تھا خدا کے حضور لا کھڑا کیا اور لینن کی ترجمانی ان الفاظ میں کی۔

تو قادر و عادل ہے، مگر تیرے جہاں میں
ھیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تیری منتظر روز مکافات

یہی نہیں بلکہ پھر لینن کے اس خیال کی فرشتوں سے بھی تائید حاصل کرتے ھیں۔ ع نقش گر ازل تیرا نقش ہے ناتمام ابھی

اور پھر رحمت ایزدی کو جوش میں لاکر وہ انقلابی پیغام دیتے ھیں جو مشرقی ادب میں اپنی نوعیت کی واحد آواز ہے۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امرا کے در دیوار ھلا دو
جس کھیت سے دھقاں کو میسر نہ ھو روزی
اس کھیت کے ھر خوشۂ گندم کو جلا دو

لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اقبال کے خیالات میں تبدیلی آتی ہے۔ ابھی تک وہ محنت کشوں کو اشمالیت (Communism) کے حوالے سے ھی شناخت کر رہے تھے اور ان کی فلاح کو اسی نظام سے وابستہ خیال کرتے تھے لیکن ''ضرب کلیم،، تک آتے آتے اقبال کی فکر میں نمایاں تبدیلی آتی ہے۔ اس سے پہلے وہ ''پیام مشرق،، اور جاوید نامہ میں بھی اس نئے نظام کو رد کرتے ھیں کیونکہ اس کی بنیاد صرف تن پروری پر رکھی گئی ہے۔ اس طرح اگر ایک طرف انھوں نے سرمایہ داری کو پہلے رد کردیا تھا تو اب دوسری طرف اس نظام کی اھمیت بھی ختم ھو گئی۔

هر دورا جان نا صبور و نا شکیب
هر دورا یزداں نا شناس آدم فریب

زندگی ایں را خروج آں را خراج
درمیاں ایں دو سنگ آدم زجاج

غرق دیدم هر دو را در آب و گل
هر دو را تن روشن و تاریک دل

''ضرب کلیم،، میں جو نظم ''اشتراکیت،، کے عنوان سے موجود ہے اس میں اقبال عصری نظاموں کے مقابل محنت کشوں کے لئے ایک متبادل نظام کی بات کرتے ھیں - یہاں چونکہ نظام بدلتا ھے اس لئے اصطلاحات میں بھی تبدیلی ضروری تھی چنانچہ اب محنت کش کو وہ طبقاتی امتیاز سے بلند کرکے ''مسلمان،، کی صورت میں دیکھتے ھیں اور یہ ضروری تھا کیونکہ نیا نظام جس معاشرے کی تشکیل کرتا ھے اس میں دولت یا معاشی زندگی معیار فضیلت نہیں - چنانچہ وہ پہلے روس کا ذکر کرتے ھیں کہ

قوموں کی روش سے مجھے ھوتا ھے یہ معلوم
بے سود نہیں روس کی یہ گرمئی رفتار

لیکن اس کے بعد مسلمانوں کو اشتراکیت کی دعوت دینے کے بجائے یہ کہتے سنائی دیتے ھیں :

قرآن میں ھو غوطہ زن اے مرد مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

جو حرف ''قل العفو،، میں پوشیدہ ھے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ھو نمودار

اقبال کے یہاں فکری سطح پر اس تبدیلی کا سراغ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ اشتراکیت نے بلا شبہ ایک نظام کہنہ کو تہہ و بالا کیا اور محنت کشوں کی عظمت کا علم بلند کیا لیکن اس نے انسانوں کو صرف مادی حوالے سے شناخت کیا اور یوں زندگی حیوانی سطح سے بلند نہ ہوسکی اور صرف روٹی، لباس، رہائش اور جنسی ضروریات کے چکر میں الجھ گئی۔ یہ دراصل انسان کی ناگریز ضروریات ہیں لیکن انسان صرف مادے سے ہی عبارت نہیں بلکہ اس میں لطیف اور نازک احساسات و جذبات کا ایک دھارا بھی بہہ رہا ہے جو اپنی تسکین چاہتا ہے۔ یہ چیز اقبال کو اسلام کے نظام اجتماعی میں نظر آئی یہاں ایک طرف تو محنت اور محنت کش کے بارے میں نہایت مثبت تصور موجود تھا اور دوسری طرف اس کے روحانی تقاضوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا تھا۔ عصری فکر میں خامی یہی تھی کہ ان کے یہاں عقلیاتی نظام موجود تھا جس سے تسخیر کا عمل مکمل ہوتا ہے لیکن اس کو کاملیت صرف اسی وقت مل سکتی ہے اور اس میں حسن، انصاف اور توازن صرف اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے ''جب ''ذکر،، بھی شامل ہو۔

فقر قرآن اختلاط ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدیم جز بذکر
ذکر؟ ذوق و شوق را دادن ادب
کار جان است ایں نہ کار کام و لب

یہی نہیں اسلام محنت کشوں کو ایک بلند سطح پر دیکھتا ہے؛ اور وہ مرد مومن کی سطح ہے۔ اقبال کے تصور مرد مومن کے بارے میں جو لکھا جاتا ہے اس سے کچھ ایسا تصور ابھرتا ہے۔ وہ کسی اونچی سوسائٹی کا فرد ہو حالانکہ یہ تو چند اصول و قوانین کی پیروی ہے اور اس راہ پر ہر فرد آگے بڑھ

سکتا ہے چنانچہ اقبال کے یہاں پہلی بار ''دھقان،، کو ھی علامات بنا کر درس خودی دیا گیا۔

دوسری طرف اسلام نے محنت کے بارے میں جو تصور دیا ہے وہ نہایت مثبت نوعیت کا ہے۔ محنت کو نہایت اعلی مرتبہ دیا گیا اور محنتی کی کمائی کو سب سے افضل قرار دیا گیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''نہیں کھایا کسی نے کبھی کوئی کھانا، جو بہتر ھو اس کھانے سے جو اپنے ھاتھ سے کما کر کھائے۔ اور خدا کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ھاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔ (بخاری شریف)

''پوچھا گیا کونسا پیشہ بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا،، انسان کا ھاتھ سے کمانا اور بیع (تجارت جو مکر و فریب اور بد دیانتی سے پاک ھو) (احمد)

عبد اللہ بن عمر کہتے ھیں۔ فرمایا رسول اللہ نے ''مزدور کو اس کا پسینہ خشک ھونے سے پہلے مزدوری دے دو،،۔ (ابن ماجہ)

لیکن یہ خالی خولی نظریات نہ تھے ان نظریات کے داعی کا یہ امتیازی وصف ہے کہ اس نے ان نظریات کو عملی شکل دی اور سب سے پہلے خود ان کی عظمت کو ثابت کیا چنانچہ وہ سارے کام مثلاً جوتیاں سینا، بکریاں چرانا، تجارت کرتے رہے اور پھر اپنے ساتھیوں کو طبقاتی تفریق کے احساس سے بچانے لئے سارے اجتماعی کاموں میں اپنا حصہ مقرر کرتے اور ادا کرتے مثلاً قافلے کے پڑاؤ کی صورت میں لکڑیاں اکٹھی کر کے لانا، مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کا کام انجام دینا کہ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لانا، خندق کی کھدائی میں شریک ھونا۔ یہ سارے کام ھیں جو محسن انسانیت نے کئے اور محنت سے کبھی عار، محسوس نہیں کیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے ''اسرار و رموز،

میں حضور کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ انھوں نے قیصر و کسریٰ کے استبعداد سے مظلوم عوام کو نجات دلائی، سلطان و امیر کے طلسم کو توڑا اور جاگیر داری اور سرمایہ داری کے بتوں کو پاش پاش کرکے محنت کشوں کے اعتبار و وقار کو بلند کیا اور حق داروں کو ان کے حقوق دلائے۔

تا اپنے حق بحق داراں سپرد
بندگاں را مسند خاقان سپرد
شعلہ‌ها از مردہ خاکستر کشاد
کوہ کسن را پایہ پرویز داد
اعتبار کار بنداں را فزود
خواجگی از کار فرمایاں ربود

محنت کشوں کی فلاح کے بارے میں اسلام کے یہ وہ مثبت تصورات تھے جنھوں نے اقبال کو مجبور کیا کہ وہ عصر نو میں مزدوروں، کسانوں اور غریب طبقہ کے لئے اس کو لائحہ عمل کے طور پر پیش کریں۔ چنانچہ جب تحریک پاکستان میں کانگریس لادینی اشتراکیت کے مقابل قائداعظم کو متبادل نظام کی تلاش ہوئی جو مسلمانوں کی معاشی فلاح کا ضامن ہو تو اس وقت علامہ اقبال نے قائداعظم کے سامنے اسلام کے اس نظام کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ یہ مسلمانوں کے روٹی کے مسئلے کو حل کرتا ہے، اقبال لکھتے ہیں :

"The problems of bread is decoming more and more acute. The Muslim has begun to feel that he has been going down and down during the last 200 years. ....

The question therefore is how is it possible to solve the problem of Muslim proverty?.............. Happily there is a solution in the enforcement of the law of Islam and its further development in the light of modern ideas. After long and careful study of Islamic law I have come to the conclusion that if this system of law is proporly understood and

applied at least the right to subsistence is secured to everybody."[1]
یہ نیا نظام بنی نوع انسان کے لئے نفسی حیاتیاتی دونوں سطحوں پر اپنے لئے کشش رکھتا ہے ۔ یہ خارجی ذرائع اصلاح کو بھی نظر انداز نہیں کرتا مثلاً سود کو حرام قرار دے کر محنت کش کو ساھوکار کی صدا کی غلامی سے بچاتا ہے ۔ ناجائز منافع خوری کو حرام قرار دیتا ہے کہ لوگ غریبوں کا خون چوس کر راتوں رات امیر بننے کے خواب نہ دیکھیں، نظام وراثت نافذ کر کے جاگیر داری سامراج کو جنم لینے سے روکتا ہے ۔ نظام زکوۃ سے دولت کو چند ھاتھوں میں گردش کرنے سے روکتا ہے اور نظام صدقات کے حوالے سے ارتکاز زر پر آخری ضرب لگاتا ہے ۔

تم سے لوگ پوچھتے ھیں کہ (راہ خدا میں) وہ کیا خرچ کریں کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ھو ۔ البقرہ ۔ جو حرف ''قل العفو،، میں پوشیدہ ہے اب تک اس دور میں شاید وہ حقیقت ھو نمودار ۔ اس طرح اسلام میں ایک متوازن رویہ سامنے آتا ہے یہاں بندہ مزدور اور کسان اور دوسرے غریب عوام کی ایمانی اور روحانی زندگی اور ان کے بلند مراتب کا پاس و لحاظ بھی ہے اور خارجی سطح پر ایسا نظام موجود ہے جو جاگیردار اورسرمایہ دار کی جڑیں کاٹنے والے اور خواجگی کے لئے موت کا پیغام ہے اس طرح اسلام محنت کشوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور ان کے لئے معاشرے میں ایک بہتر مقام اور بلند مرتبے کا تعین کرتا ہے ۔ اقبال نے اس خیال کو اس طرح بیان کیا ہے کہ

چیست قرآن ؟ خواجہ پیغام مرگ
دستگیر بندہ بے ساز و برگ
ھیچ خیر از مردک از کش فجو
لن تنا لو البر حتی تنفقوا

1. Letter of Iqbal to Jinnah